

ہندوستان میں عربی سیرت نگاری آغاز و ارتقاء

ڈاکٹر محمد الیمین منظر صدیقی

یہ ایک برہمنی اور مسلم حقیقت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابر کا عالم انسانی کی وہ واحد شخصیت ہے جس کی سیرت سب سے زیادہ لکھی گئی ہے۔ عہد نبوی اور اس کے متصلًا بعد خلافتِ راشدہ میں سیرت نبوی کی جس روایت بے بہا کا تقریری طور سے آغاز ہوا تھا وہ اسلامی خلافت کے دوسرے ادوار میں تقریری اور تحریری دونوں انداز سے نہ صرف جاری رہی بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں عقیدت کی فراوانی، محبت کی گہرائی، جستجو کی تڑپ اور تحقیق کی وسعت شامل ہوتی گئی اور سیرت نبوی ایک مستقل علم کا قالب اختیار کر گئی۔ پھر اسلامی فتوحات نے، جو عسکری بھی تھیں اور دینی اور تہذیبی بھی، ہر مفتوحہ مسلم ملک و علاقہ کے لوگوں کے دلوں میں محبت و عقیدتِ رسول کی وہ لو لگا گئی کہ وہ ان کی دھڑکن بن گئی۔ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم اب صرف ایک خطہ یا قوم کے فرد اور رسول نہیں تھے بلکہ وہ عراق و ایران، افغان و ہند، ترکستان و چین، ہشام و فلسطین، مصر و افریقہ، اندلس و فرانس غرض کہ ساری اسلامی دنیا کے معظم ترین و محبوب ترین شخص اور سب کے رسول تھے۔ انسانی تہذیب نے جوں جوں ترقی کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت و محبوبیت میں اضافہ ہونا گیا، یہاں تک کہ غیر مسلموں نے بھی جن میں یہود و نصاریٰ مشرک و کافر، لادین و غیرتہ و لادرب سبھی شامل ہیں آپ کی عظمت و جلالت کا اعتراف کیا۔ اور پوری مہذب و تعلیم

دنیا نے متعدد زبانوں اور مختلف بھجوں میں آپ کی سیرت طیبہ لکھی یا اس کے کچھ پہلو اجاگر کیے یہ اعجاز سیرت نبوی تو ہے ہی مگر اس سے کہیں زیادہ آپ کی عالمگیر رسالت کا ایک گونا گونا اعتراف بھی ہے۔

برصغیر پاک و ہند ملت اسلامی کا ایک اہم ترین حصہ و جگہ بارہ رہا ہے اور یہاں کے مسلمانوں کو خاص طور سے اپنے محبوب و مکرم رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ کم عقیدت و محبت نہیں رہی۔ چنانچہ اسلام کی آمد کے کچھ مدت کے بعد ہی سے اسلامیان ہند نے سیرت نبوی میں دل چسپی یعنی شروع کی اور ایک صدی کے بعد ہی ان کو یہ اعزاز و اکرام حاصل ہوا کہ ان کے بعض ممتاز افراد عالم اسلام کے دل — مدینہ منورہ — میں بیٹھ کر باشندگان شہر رسول کو سیرت نبوی کا درس دینے لگے۔ یہی نہیں بلکہ ان کی امامت فن کا اعتراف عالم اسلام کے مقتدر علمائے بر ملا کیا۔ اندرون ملک سیرت نبوی سے دل چسپی چند در چند ہوتی چلی گئی اور وقت کے گزرنے کے ساتھ وہ ہر خطہ اور علاقہ اور زبان میں پروان چڑھتی گئی۔ مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں نے مختلف زبانوں میں سیرت نبوی پر تقریریں، درسی اور تحریری کام کیا اور آج تک اس مقدس موضوع پر ہزار ہا ایضاً صرف ہمارے ملک میں لکھی جا چکی ہیں۔ اس مختصر مضمون میں صرف عربی زبان میں ہندی مسلمانوں کی کارگزاریوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

ابھی تک ہماری تحقیقات پہلی اسلامی صدی / ساتویں صدی عیسوی میں برصغیر میں لکھی جانے والی کسی کتاب سیرت کا سراغ نہیں لگا سکی ہیں۔ البتہ دوسری صدی ہجری / آٹھویں صدی عیسوی سے جو ثبوت ملتے ہیں وہ فن سیرت کی خاک ہند میں شاندار آغاز کے شاہد ہیں۔ ابو معشر نجیح بن عبدالرحمن سندھی (م ۳۸۰ھ) ہمارے موجودہ علم کے مطابق پہلے ہندوستانی تھے جنہوں نے دوسرے اسلامی دیار و امصار کے علاوہ شہر نبوی مدینہ اور شہر خلافت بغداد میں بھی درس سیرت دئے تھے اور مخازی نبوی پر ایک کتاب بھی تصنیف کی تھی۔ اس کے بعد کئی صدیوں تک ہم کو اس فن میں کوئی کوشش نظر نہیں آتی۔ قیاس کہتا ہے کہ جو شمع ابو معشر سندھی نے روشن کی تھی اس سے اور چراغ بھی روشن ہوئے

ہوں گے لیکن تاریخی شہادتوں سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ دراصل کئی صدیوں تک اسلام اور اسلامی تہذیب برصغیر کے شمالی مغربی علاقے سندھ اور شمالی پنجاب کی مختصر پٹی تک محدود رہی اور دوسری طرف وہ مغربی ساحلی پٹی کے چند ٹکڑوں تک۔ اور ان دونوں کے بارے میں ہماری معلومات ناقص ہیں۔ سندھ پر عربوں کے آٹھویں صدی عیسوی کے آغاز میں قبضہ کے بعد اگرچہ مسلمانوں کا مسلسل تسلط کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی علاقہ پر برقرار رہا تاہم وہاں سیاسی افراتفری اور حکومتی اہل پھل اتنی سخت تھی کہ اس میں تہذیب کی کرین جھلملا کر رہ گئیں۔ دسویں صدی عیسوی کے اوائل میں غزنوی سلطنت نے مسلم سیاسی استحکام کی سبیل نکالی مگر جلد ہی وہ ختم ہو گئی اور عملاً تیرہویں صدی عیسوی کے آغاز تک خاک مہنڈ پر اسلامی تہذیب کو جنم کا موقع نہیں ملا۔ ظاہر ہے کہ اس کے بغیر علمی ترقی ممکن نہ تھی۔

تیرھویں صدی عیسوی میں جب قلبِ ہندوستان میں دہلی سلطنت کا قیام ہوا تو اسلامی تہذیب عربی جلمے کے بجائے ایرانی لباس میں جلوہ گرہ ہوئی۔ البری ترکوں اور ان کے خلجی، تغلق، سید اور لودی جانشینوں اور پھر مغل سلطنت کے زمانے میں فارسی زبان و تہذیب کو عروج ملا اور اس کے نتیجے میں عربی ثانوی بن کر رہ گئی، اگرچہ وہ ابھی تک مقدس اور علمی زبان سمجھی جاتی تھی۔ لیکن اس کی وہ فعالیت اور مہمگیزی اس برصغیر میں ظاہر نہ ہو سکی جو ابتدائی صدیوں کے عالم اسلام یا عالم عرب میں ظاہر ہو کارگر ہو چکی تھی۔ اس صورت میں ہندوستان میں سیرتِ نبوی کا ارتقا رک جانا فطری تھا کیونکہ عربی زبان کے ساتھ عربی علوم بھی زدیں آگئے تھے۔ اگرچہ ہندی مسلمانوں کی سیرت سے دل چسپی کسی نہ کسی قدر باقی رہی اور اسی سبب سے منہاج سراج جو زجانی کی طبقاتِ ناصری اور ضیاء الدین برنی کے صحیفہٴ نعتِ محمدی میں ہم کو اس کے مظاہر نظر آتے ہیں۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ سیرتِ نبوی پر اتنی توجہ نہیں دی گئی جتنی کہ دی جانی چاہیے تھی۔ اس کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ ہندوستان کے منہاج و نصابِ تعلیم میں خاص طور سے اور عرب و اسلامی دنیا میں عام طور سے تاریخ کبھی بھی ایک درسی موضوع نہیں رہی سیرتِ نبوی

بنیادی طور سے تاریخ سے جوڑی گئی تھی۔ لیکن چونکہ سیرت نبوی کی حدیث و سنت سے وابستگی کے سبب اس کی ایک دینی حیثیت اور مذہبی اہمیت بھی تھی اس لیے اس کا مطالعہ کیا اور درس دیا جاتا رہا۔ اور انفرادی طور پر اس پر تحریری کام بھی کیا جاتا رہا یہی اسباب و عوامل تھے جنہوں نے ہندوستان میں عربی سیرت نگاری کے موضوع پر تحریری کاموں کی پیش رفت پر قدغن لگا دی تھی۔

آٹھویں صدی ہجری / چودھویں صدی عیسوی میں سیرت نبوی کا دائرہ محض نعتیہ و مدحیہ قصائد تک محدود ہو گیا۔ اور اس کی بھی مثالیں بہت کم دستیاب ہوتی ہیں۔ شیخ رکن الدین کاشانی (م آٹھویں صدی ہجری) کی شامل الاقواء کے تیسرے باب میں ائوت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ قاضی عبدالمقتدر کندی (م ۷۹۱ھ) کا ایک طویل مدحیہ لامیہ قصیدہ مولانا عبدالحی صاحب مرحوم نے نقل کیا ہے جس میں اپنی شمس شاعر ہیں۔ کم و بیش یہی صورت حال نویں صدی ہجری / پندرہویں صدی عیسوی میں بھی نظر آتی ہے۔ اس دور میں ہم کو شیخ احمد بن محمد تھانیسری (م ۸۲۰ھ) کے ایک طویل قصیدہ دائیہ کے اکتالیس اشعار، قاضی احمد بن عمر دولت آبادی (م ۸۴۸ھ) کے قصیدہ بردہ کی عربی شرح اور شیخ محمد بن یوسف دہلوی (م ذی قعدہ ۸۲۵ھ درگلبرگ) کے سیرت نبوی پر ایک مختصر رسالے کے حوالوں کے سوا اور کچھ نہیں معلوم ہو سکا۔ ان حوالوں سے بہر حال سیرت نبوی کے تحریری اور منجیدہ کام میں گذشتہ صدی کے مقابلے میں زیادہ پیش رفت نظر آتی ہے اور ان سے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ یہ دونوں صدیاں اس پہلو سے بالکل ہی سنجیدہ تھیں۔ زیادہ تحقیق و جستجو سے اور کاموں کا سراغ مل سکتا ہے۔ لیکن یہ بہر حال ایک حقیقت ہے کہ ان پہلی تین صدیوں میں مسلم فضلا اور اہل علم کی توجہ علوم اسلامی کی زیادہ علمی اور مروجہ شاخوں پر مبذول و مرکوز رہی۔ علماء اور اہل سیاست کو زیادہ دل چسپی فقہ اور اس کے متعلقہ علوم سے تھی کہ ان کے پیش نظر ہند میں اسلامی ریاست اور تہذیب کے تقاضوں کو پورا کرنا تھا۔ صوفیائے کرام کو بیشتر معاملات تصوف و سلوک سے رغبت تھی کہ ان کے نزدیک معاصر سیاست دین پر

سے جدا ہو چکی تھی۔ اور تیسرا مسلم طبقہ دانشوران فلسفہ و منطق کی گتھیوں میں الجھا ہوا تھا۔ قرآن کریم، حدیث و سنت اور سیرت و تاریخ سے ان کو دل چسپی بہت کم تھی۔

دسویں صدی ہجری / سوہویں صدی عیسوی کے آغاز میں دہلی سلطنت کا شیرازہ بکھرا تو امراء و ملوک کی بن آئی اور انھوں نے برصغیر کے مختلف علاقوں میں اپنی خود مختار سلطنتیں قائم کر لیں۔ ایسا لگتا ہے کہ اس سیاسی افراتفری اور طوائف الملوک کی دور میں علماء و شیعہ کو بھی اپنے اپنے پسندیدہ مشاغل سے کچھ فرصت مل گئی تھی شاید اس لیے کہ ان میں مزید ارتقا و یا موثر کانیوں کی بہت زیادہ گنجائش بھی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ اس دور میں ہم کو سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں پر زیادہ وقیع اور گونا گوں کام نظر آتا ہے۔ شیخ زین الدین علی ملباری (م ۹۲۸ھ) نے قصص الانبیاء پر ایک کتاب تصنیف کرنے کے علاوہ سیرت نبوی پر ایک مکمل کتاب لکھی تھی۔ گجرات کے ایک عرب نژاد عالم شیخ محمد بن عمر بحر قحطی (۸۶۹ - ۹۳۰ھ) نے اپنے مرئی سلطان مظفر بن محمود بیگلرہ کے لیے سیرت نبوی پر ایک عمدہ کتاب تبصرۃ الحضرة الشاہیہ الاحمدیہ بسیدۃ الحضرة النبویۃ الاحمدیہ کے دل چسپ عنوان سے لکھی تھی۔ اچھ میں پیدا ہونے والے اور سلطان سکند لودی کے دربار سے وابستہ شیخ عبدالوہاب بخاری (م ۹۳۲ھ) نے شمائل ترمذی پر ایک رسالہ کے ساتھ عربی میں مدحیہ قصیدے بھی لکھے تھے۔ اگرچہ مولانا غیاث الدین ہروی (م ۹۴۴ھ) نے اپنے والد ماجد ہمام الدین ہروی کی کتاب روضۃ الصفا کی تلخیص حبیب السیر فی اخبار افراد البشر کے نام سے فارسی میں کی تھی تاہم انھوں نے سیرت نبوی کا ذکر جلد اول میں کیا ہے جس سے ہماری معلومات میں فارسی کے سیاق و سباق میں اضافہ ہوتا ہے۔ شیخ عبدالعزیز دہلوی (م ۹۷۵ھ) نے شیخ وجیہ الدین علوی گجراتی (م ۹۹۸ھ) کی کتاب المحقیقۃ المجدیۃ کی شرح لکھی تھی جو غالباً سیرت کے مواد پر بھی مشتمل تھی۔ دسویں صدی ہجری کے ضمن میں یہ واقعہ دل چسپی سے خالی نہ ہو گا کہ مولانا عبداللہ البدایونی نے جو ابتدائے حیات میں پنجاب کے ضلع سامانہ کے نو مسلم تھے اپنے فارسی کے استاذ سے سیرت نبوی کے کچھ حصے سن کر اسلام قبول کیا تھا۔ سیرت نبوی کی یہی ہمہ گیری اور کار فرمائی تھی جس نے ذلول کو مسخر اور دماغوں کو

متاثر کیا تھا اور اسی کا جلوہ ہم ملا عبد البنی (م ۹۹۱ھ) کے سیرت پر دو سالوں میں بھی دیکھتے ہیں۔ گجرات کے ایک اور عرب نژاد عالم شیخ بن عبد اللہ حضرمی (م ۹۹۶ھ) نے معراج نبوی پر ایک رسالہ لکھا تھا جبکہ شیخ مصلح الدین لاری (م ۹۹۶ھ) نے شامل ترمذی کی ایک بسیط شرح لکھی تھی۔ نامناسب نہ ہوگا اگر یہاں یہ ذکر کر دیا جائے کہ گجرات کے شیخ محمد ابن احمد فاہمی (۹۲۳ - ۹۹۲ھ) نے ابن سید الناس کی سیرت کی مشہور و عظیم کتاب کی تلخیص نور العیون پوری حفظ کر لی تھی۔ اور غالباً وہ اس سے درس و وعظ میں کام لیتے تھے۔ دسویں صدی ہجری کے اس مختصر جہان سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ عربی میں سیرت نبوی پر کام کرنے کے لیے گجرات کی فضا زیادہ سازگار تھی اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہاں عرب آبادی کے سبب نئے عرب دنیا سے مسلسل رابطہ کی وجہ سے فضا زیادہ سازگار تھی اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہاں عربی زبان و ادب کا دوسرے علاقوں کے بہ نسبت زیادہ چلن تھا۔

گیارہویں صدی ہجری / سترہویں صدی عیسوی میں سیرت نبوی سے علماء و فضلاء کی دلچسپی اور زیادہ نظر آتی ہے اور اس کا علمی مظاہرہ گونا گوں کاموں کی شکل میں نظر آتا ہے۔ ماخذ کا بیان ہے کہ شیخ مبارک ناگوری (۹۱۱ - ۱۰۰۱ھ) روزانہ قصیدہ بردہ پڑھا کرتے تھے اور اس سے از حد لطف اندوز ہوتے تھے۔ شیخ طاہر بن یوسف سندی (م ۱۰۲۹ھ) نے جو بہان پور میں جالب سے تھے قسطلانی کی المواہب اللدنیہ کا ایک عمدہ انتخاب تیار کیا تھا جبکہ شیخ یعقوب بن حسن کشمیری (۱۰۰۸ھ تا ۱۰۳۲ھ) نے مغازی النبوة پر ایک کتاب لکھی تھی یا اس کی شرح تیار کی تھی۔ لاہور کے شیخ منور بن عبد الحمید (م ۱۰۳۲ھ) نے قصیدہ بردہ کی ایک شرح لکھی تھی اس دور کے سیرت نبوی کے دو اہم ترین عالم تھے شیخ محمد بن فضل اللہ برہانپور (م ۱۰۲۹ھ) جنہوں نے کم از کم سیرت کے مختلف پہلوؤں پر پانچ کتابیں لکھی تھیں ان میں سے دو کا تعلق شفاعت نبوی سے تھا جبکہ فقہیہ دو قاضی عیاض کی شفا اور ترمذی کی شامل کی تلخیص تھیں۔ ان کے علاوہ انہوں نے ایک آزاد رسالہ معراج نبوی پر تصنیف کیا تھا۔ اس صدی کی علمی فضیلت کا سہرا شیخ عبد القادر بن شیخ عبد اللہ حضرمی

گرائی (۹۷۸ھ تا ۱۰۲۸ھ) کے سر ہے جنہوں نے سیرت نبوی کے موضوع پر متعدد طبعی اور تخلیقی اور تحقیقی کتابیں تصنیف کی تھیں۔ انہوں نے اپنی پہلی کتاب الحدائق النخضرۃ فی سیرۃ النبی واصحابہ العشرہ بسین سال سے کم عمر میں لکھی تھی۔ اس طرح اس کا سن تالیف ۹۹۸ھ یعنی دسویں صدی کا آخر ٹھہرنا ہے۔ اسی تصنیف کے انداز پر انہوں نے اپنی مشہور و معروف کتاب اتحاف الحضرة العزیزہ لعیون السیرۃ الوجیزۃ تحریر کی تھی۔ ڈاکٹر زبیر احمد نے ان دونوں کتابوں کو خلط ملط کر دیا ہے اور موخر الذکر کی جو تفصیلات بیان کی ہیں وہ دراصل ان کی کتاب اول کی ہیں۔ شیخ موصوف نے ایک اور کتاب میلاد نبوی کے بارے میں المنتخب المصطفیٰ فی اخبار مولد المصطفیٰ کے نام سے جو تھی کتاب معراج نبوی پر کتاب المنہاج الی معرفۃ المعراج کے عنوان سے، اور بدری صحابہ پر اللابوزج اللطیف فی اہل بدر الشریف کے سرنامے سے لکھی تھی۔ ان کی کتابوں کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان میں صرف تاریخی اور صحیح روایات بیان کی گئی ہیں اور بقول ڈاکٹر زبیر احمد صوفیہ کی کتابوں کی مانند رطب و یابس کو نہیں جمع کیا گیا ہے۔ ان دونوں عظیم علماء سیرت کے مقابلے میں ان کے معاصرین یا اس صدی کے علماء و مورخین اس طرہ امتیاز کو نہ حاصل کر سکے اگرچہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (۹۵۸-۱۰۵۲ھ) میدان حدیث کے مرد شہسوار تھے اور بقول مولانا سید سلیمان ندوی ”ان کی ذات وہ ذات ہے جس نے ہندوستان میں رہ کر حدیث کے سزہ خزانے کو وقف عام کیا“ تاہم سیرت نبوی میں ان کا وہ درجہ نہیں جو ان کے برہنہ پوری یا گجراتی پیشرو کا ہے۔ محدث موصوف نے سیرت پر فارسی میں مدارج النبوة بمراتب الفتوہ فی سید النبی و اخبارہ کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں ایک شاندار کتاب لکھی ہے۔ ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں۔ البتہ شامل نبوی میں ان کی عربی تصنیف مطلع الانوار العربیہ فی الحلیۃ الجلیۃ النبویۃ ہمارے دائرہ بحث میں آتی ہے۔ گیارہویں صدی ہجری کے ایک اور اکبر آبادی عالم مولانا عبد النبی نے معراج پر ایک رسالہ تصنیف کیا تھا۔ اس صدی کی سیرت نبوی پر تصنیفات کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ پورے عہد نبوی پر محیط مختصر و بسط سیرتیں لکھی گئیں اور محض شرح و توضیح

وتراجم یا قصائد مدح و لغت پر لکھا نہیں کیا گیا۔

بارہویں صدی ہجری الاٹھارہویں صدی عیسوی میں سیرت نبوی پر تصنیفات کی گونا گونی میں وسعت پیدا ہوتی ہے مگر بہت زیادہ علمی پیش رفت نظر نہیں آتی ہے۔ حکیم محمد اکبر دہلوی (م بعد ۱۱۵۶ھ) نے تلخیص الطب النبوی تیار کی تھی۔ دو معاصرین جن کا تعلق جنوبی ہند سے تھا یعنی مولانا محمد حسین بیجا پوری (م ۱۱۵۸ھ) اور شیخ احمد بن عبداللہ مدراسی (۱۱۱۳ تا ۱۱۸۹ھ) نے سیرت نبوی کے ایک خاص پہلو پر بالترتیب تحبیب الطیب والنساء اور سید الانبیاء اور ابناؤ الاذکیاء تحبیب الطیب والنساء کے نام سے کتابچے لکھے تھے۔ مولانا عبدالغنی مہندی نے ۱۱۵۸ھ سے قبل کسی وقت شمائل ترمذی کی ایک تلخیص تیار کی تھی اور جس پر طاعصام وغیرہ نے دوسرے ماخذ سے حواشی لے کر چڑھائے تھے۔ مولانا محمد شاکر لکھنوی (م ۱۲۲۲ھ) نے قصیدہ بردہ کی غالباً عربی شرح لکھی تھی جبکہ عالمگیر کے روحانی و علمی مرشد شیخ سعد اللہ سلونی (م ۱۲۳۸ھ) کے بارے میں گمان ہے کہ انھوں نے تحفۃ الرسول کے نام سے سیرت نبوی پر یا اس کے کسی پہلو پر کتاب لکھی تھی۔ اس عہد کے واحد مکمل سیرت لکار غالباً سندھ کے مولانا محمد ہاشم (م ۱۲۷۸ھ) تھے جنھوں نے بذل القوۃ فی سنی النبوة کے عنوان سے مکمل سیرت نبوی رقم کی تھی۔ ایک امیر دنیا دار نواب محمد محفوظ گویا (م ۱۲۹۳ھ) کے بارے میں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فضائل و مناقب رسول پر قرۃ العینین فی فضائل رسول الثقلین کے نام سے ایک رسالہ لکھنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ اس صدی کے دو عظیم ترین فضلاء وقت شاہ ولی اللہ دہلوی (۱۱۱۴ تا ۱۱۷۶ھ) اور مولانا غلام علی آزاد بکرامی (۱۱۷۸ تا ۱۲۲۸ھ) نے مدح رسول کریم میں شاندار عربی قصیدے کہے تھے۔ شاہ صاحب مرحوم کے مجموعہ قصائد کا عنوان الطیب النغم فی مدح سید العرب والعم ہے جبکہ مولانا بکرامی اپنی عقیدت و محبت رسول کے عمدہ و بلیغ اظہار کے سبب ”حسان المہند“ کے لقب سے اہل علم میں شہرت رکھتے ہیں۔ موصوف نے اپنے شیخ حبیب اللہ قنوجی (م ۱۲۸۸ھ) کی تصنیف روضۃ النبی کی جو سیرت نبوی پر مستقل کتاب تھی ایک فارسی شرح بھی بعنوان ”مدینۃ العلم تیار کی تھی۔

اگرچہ تیرہویں صدی ہجری / انیسویں صدی مسیوی میں ہم کو سیرت نبوی کے مختلف گوشوں پر کافی کتابوں اور رسالوں کے نام ملتے ہیں تاہم یہ حقیقت ہے کہ مکمل اور باقاعدہ کتابیں عربی میں کم لکھی گئی تھیں۔ اس کی ایک اہم وجہ فارسی اور اردو کی بڑھتی ہوئی مقبولیت اور عربی زبان کی سٹمٹی ہوئی وجاہت و سطوت ہے۔ اس دور کے اہم موضوعات سیرت تھے: مدح و مناقب و فضائل، حلیہ نبوی، میلاد نبوی، طب نبوی، معجزات، اثبات نبوت، شفاعت اور مکمل سیرت نبوی۔ مدح و فضائل میں شیخ اسلم بن یحییٰ کشمیری (۱۱۳۹ تا ۱۲۱۲ھ) مولانا جان محمد لاہوری (۱۱۹۳ تا ۱۲۶۸ھ) اور قاضی علی بن احمد گویا ٹوٹی (م ۱۲۴۷ھ) نے قصیدہ بردہ کی شرحیں لکھیں جبکہ شیخ الہی بخش کاندھلوی (۱۱۶۲ تا ۱۲۴۵ھ) مولانا امین اللہ عظیم آبادی (م ۱۲۳۳ھ) مولانا باقر بن مرتضیٰ مدراسی (۱۱۵۸ تا ۱۲۲۰ھ) مولانا عالم علی مراد آبادی (م ۱۲۹۵ھ) شاہ عبد العزیز دہلوی (۱۱۵۹ تا ۱۲۳۹ھ) مولانا عبداللہ بن عبدالقادر مدراسی (۱۲۰۵ تا ۱۲۶۷ھ) مولانا عبدالوہاب مدراسی (۱۲۰۸ تا ۱۲۸۵ھ) شیخ علی سجا دھلواری (م ۱۲۷۱ھ) مولانا کفایت اللہ مراد آبادی (م ۱۲۷۳ھ) اور مولانا ولی اللہ کھنوی (م ۱۲۷۷ھ) نے مدح و فضائل رسول کریم میں منظوم و منثور رسالے لکھے تھے۔ طب نبوی پر مولانا قطب الدین دہلوی (م ۱۲۸۹ھ) اور مولانا محمد غوث مدراسی (م ۱۲۳۲ھ) کے رسالے تھے جن میں سے موخر الذکر کا رسالہ فارسی میں تھا۔ حلیہ و شمائل نبوی پر لکھنے والوں میں مولانا حسین احمد طبع آبادی (م ۱۲۷۵ھ) مولانا عالم علی مراد آبادی (م ۱۲۹۵ھ) اور مولانا محمد علی ٹونگی (۱۱۹۵ تا ۱۲۶۶ھ) نے منظوم و نثری مگر طبع زاد رسالے لکھے تھے ان میں سے موخر الذکر کا رسالہ فارسی میں تھا جبکہ مولانا سلام اللہ دہلوی (م ۱۲۲۹ یا ۱۲۳۳ھ) قاضی صیف اللہ مدراسی (م ۱۲۸۰ھ) اور مولانا عبدالقادر رامپوری (۱۱۹۷ تا ۱۲۶۵ھ) نے شمائل ترمذی پر شروع و تعلیقات تحریر کی تھیں۔ نبوت محمدی کے اثبات پر سید ہادی بن مہدی کھنوی (م ۱۲۷۵ھ) کی اثبات النبوة سیدنا محمد تھی جبکہ شفاعت نبوی کے موضوع پر مولانا نظیر الرحمن بریلوی (م ۱۲۹۳ھ) کی تصنیف لطیف تھی۔ طب نبوی پر مولانا قطب الدین دہلوی (م ۱۲۸۹ھ) اور مولانا محمد غوث مدراسی (م ۱۲۳۲ھ) پر رسالے تھے جن میں موخر الذکر کا فارسی

میں تھا۔ میلاد نامے مولانا عبداللہ بن صنبتہ اللہ مدراسی (م ۱۲۸۸ھ)، سید علی کبیر الابدی (م ۱۲۸۵ھ) اور سید ناصر حسین جونوری (تیرہویں صدی ہجری) کے تحریر کردہ تھے۔ مولانا آزاد لائبریری کے عبدالحئی فرنگی محلی کلکشن میں ۵۹ ورقی مولد النبی الکریم کے نام سے ایک نامعلوم مصنف کا رسالہ بھی ہے۔ معراج پر حدیث المعراج کے نام سے اسی ذخیرے میں محمد ظہور علی انصاری لکھنوی سید ابادی کا ایک رسالہ ہے جس کی کتابت ۱۲۷۹ھ میں ہوئی تھی۔ اسی طرح مسلم یونیورسٹی کے کتب خانے میں ذخیرہ مخطوطات حبیب گنج میں تین نامعلوم مصنفین کے رسالے ہیں جن میں سے ایک مولود النبی المختار کے نام سے ۱۲۶۶ھ کا کتابت شدہ ہے۔ بقیہ دو کا تعلق خطبات نبوی، صلاة بر نبی کریم اور سیرت سے ہے اور یہ سب اسی صدی کے تحریر کردہ ہیں۔ اسی طرح حافظ شاہ محمد جان کا رسالہ بیان میلاد النبی تھا جو کسی وقت لکھنؤ میں زیر کتابت آیا تھا۔ معجزات نبوی پر شاہ رفیع الدین دہلوی (م ۱۲۳۲ھ)، قاضی صنبتہ اللہ مدراسی (م ۱۲۸۰ھ) مولانا عبدالکحیم گجراتی (م ۱۲۷۵ھ) مولانا عبداللہ مدراسی (م ۱۲۸۸ھ) مولانا عبدالحمیم فرنگی محل (م ۱۲۸۵ھ) اور اسی صدی کے مولانا عبداللہ الابدی نے رسالے اور کتابیں تحریر کی تھیں ان میں سے بیشتر کی تصانیف معجزہ شوق القرع سے متعلق ہیں جبکہ عبداللہ مدراسی اور عبداللہ الابدی نے معجزات نبوی سے مجموعی طور سے بحث کی ہے۔

تیرہویں صدی ہجری کی اہم کتب سیرت میں مولانا ولی اللہ سورتی (م ۱۲۷۰ھ) کی التنبیہات النبویہ فی سلوک الطریقۃ المصطفویہ ہے جو شفا قاضی عیاض، مشکوٰۃ خطیب اور قسطلانی کی تصانیف کی تلخیص ہے اور سیرت نبوی کے صوفیانہ نقطہ نظر سے مطالعہ کی نائنہ ہے۔ مرزا محمد غیاث شیعہ دہلوی (م ۱۲۷۵ھ) خاص طور سے ذکر کے قابل ہیں کہ انھوں نے نظریہ کی تاریخ کی تلخیص تیار کی تھی جس میں سیرت نبوی کا حصہ بھی شامل ہے۔ سید مرتضیٰ بن محمد بلگرامی زبیدی صاحب تاج العروس (۱۱۷۵ھ تا ۱۲۰۵ھ) نے العقد المنظم فی امہات النبی کے نام سے ایک قیمتی رسالہ لکھا تھا جبکہ مولانا محمد لونگی (۱۱۹۵ تا ۱۲۶۶ھ) کی حبلہ الیون فی سید النبی الامین المامون اور مفتی عنایت احمد کاکوری (م ۱۲۷۷ھ) کی تاریخ حبیب اللہ مکمل کتاب سیرت ہے تاہم ان کا تعلق فارسی زبان سے ہے۔ ڈاکٹر زبیر احمد

کے مطابق اس دور کی سب سے قابل ذکر سیرت مولانا کر امت علی بن فاضل محمد حیات علی کی ضخیم کتاب ہے جو غدر ۱۸۵۶ء سے قبل نظام حیدرآباد کی زیر سرپرستی لکھی گئی تھی۔ چھ سو صفحات پر مشتمل یہ کتاب چھپ چکی ہے۔ ڈاکٹر موصوف کے مطابق وہ ضعیف روایات سے خالی ہے اگرچہ اس میں تنقیدی شعور کی کمی ہے۔ مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب نے مصنف کے نام میں اسرائیلی دہلوی حیدرآبادی کا اضافہ کیا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کا خیال ہے کہ مذکورہ بالا کتاب سیرہ حلبیہ کی تلخیص ہے اور اس کا پورا نام السیرة العطرة: محمد خاتم الرسل ہے اور وہ بمبئی سے ۱۲۶۴ھ میں شائع ہوئی تھی۔ موخر الذکر دونوں مصنفین نے متعدد اور کتب سیرت کا بھی حوالہ دیا ہے لیکن ان کی زبان اور زمانے کا پتہ لگانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔

چودھویں صدی ہجری / بیسویں صدی عیسوی میں سیرت نبوی پر برصغیر کی ہر زبان میں بڑا وسیع کام ہوا ہے۔ مکمل کتب سیرت لکھنے والوں میں مولانا ابوبکر بن محمد چونوری (۱۲۶۴ھ تا ۱۲۵۹ھ) کی سیرت الرسول شیخ احمد بن صنتہ اللہ مدراسی (۱۲۶۴ھ تا ۱۳۱۰ھ) کی تاریخ احمد، مولانا عبدالرحیم دہلوی (م ۱۳۱۵ھ) کی رحمة الرحیم فی ذکر النبی الکریم، قاضی عبید اللہ مدراسی (م ۱۲۶۶ھ) وغیرہ کی کتابیں شامل ہیں۔ مولانا حسن شاہ رامپوری (م ۱۳۲۴ھ) نے سیرت ابن ہشام کے اشعار کو نہ صرف حروف کے اعتبار سے مرتب کیا بلکہ ان میں سے نامکمل قصائد کو مکمل بھی کیا۔ احمد بن عبدالقادر کوکنی (م ۱۳۲۰ھ) نے ایک شاندار مدحیہ قصیدہ لکھا ہے جبکہ مولانا طلحہ بن محمد ٹوٹو کی حسنی (م ۱۳۲۹ھ) نے عہد نبوی اور عہد صحابہ کے تمدن پر ایک نادر کتاب لکھی تھی جو ابھی تک شرمندہ طباعت نہیں ہو سکی ہے۔ اردو میں دو عظیم ترین کتب سیرت مولانا شبلی نعمانی کی سیرت النبی کا عربی ترجمہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ایک قابل فرزند محمد اسماعیل مدراسی مرحوم نے کیا تھا جبکہ مولانا محمد ناظم مدظلہ نے علامہ سید سلیمان تدوی کے عظیم خطبات سیرت کا جو خطبات مدراس کے نام سے مشہور ہیں الرسالۃ المحمدیہ کے نام سے ترجمہ کیا ہے جو چھپ چکا ہے۔ اس ضمن میں ایک اور ہندی عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ حیدرآبادی کا ذکر اگزیر معلوم ہوتا ہے جنہوں نے عہد نبوی اور عہد خلافت راشدہ کے سیاسی دستاویزات پر مجموعۃ التوائی السیاسیۃ للعہد النبوی والخطافۃ الراشدۃ کے

نام سے گراں قدر تحقیقی کام کیا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے بلاذری کی النسب الاشراف کی جلد اول کو جو سیرت نبوی سے متعلق ہے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔ اور آج کل ڈاکٹر صاحب قبلہ محمد بن اسحاق اولین سیرت نگار رسول کی کتاب السیرة النبوة کو مرتب کر رہے ہیں۔ ایک اور ہندی نثراد عالم محمد مصطفیٰ اعظمی نے کتاب النبی پر ایک تحقیقانہ کتاب مرتب کر کے شائع کی ہے۔

دیگر موضوعات پر اس صدی میں کچھ کتابیں عربی میں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے نعیم احمد بن فیض اللہ کی دلائل النبوة (طبع حیدرآباد ۱۳۲۵ھ) محمد عبدالواحد غازی پوری کی تحفة الاتقیاء (طبع لکھنؤ بلا تاریخ) محمد خیر اللہ کی خیر الخائفین (طبع حیدرآباد بلا تاریخ) شہاب الدین احمد کی مصدق الفضل (طبع حیدرآباد بلا تاریخ) محمد بن سعید کی دو کتابیں الفتوحات الاحمدیہ (طبع دہلی ۱۳۰۳ھ) اور خلاصۃ سیر سید البشر (طبع دہلی ۱۳۲۳ھ) اور محمد ناصر کی جرعة العرب فی مدح سید العرب (طبع دہلی بلا تاریخ) مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی کے جیب گنج ذخیرے میں محفوظ ہیں۔ جبکہ اسی لائبریری کے سبحان اللہ ذخیرہ مخطوطات میں غلام احمد مشہور کی کتاب سید البشر سیرت نبوی پر ایک وسط درجہ کی کتاب ہے جس کی محمد حفیظ نامی کاتب نے کتابت کی تھی۔ اس کے ۳۳۲ اوراق ہیں۔ یونیورسٹی کے ذخیرہ مخطوطات میں ایک نامعلوم مصنف کا کتابچہ خلاصۃ السیر النبوی سید البشر ہے جو ۲۸ ورق ہے اور محمد نور الحسن کا ندھلوی نے ۱۳۰۹ھ میں اس کی کتابت کی تھی۔

قریب کے زمانے میں ہندوستان میں سیرت نبوی پر جو کام ہوئے اس میں ابو عبداللہ محمد بن ابراہیم مدرس مدرسہ محمدیہ دہلی (اجمیری دروازہ) کا مرتب کردہ محب الدین ابی جعفر احمد بن عبداللہ طبری کا کتابچہ خلاصۃ السیر فی احوال سید البشر ہے جو ۲۴ فصلوں اور ۵ صفحات پر مشتمل ہے اور دہلی سے دفتر اخبار محمدی نے ۱۳۲۳ھ میں شائع کیا تھا شروع میں مرتب نے مصنف کتاب کا ایک صفحہ کا سواخی خاکہ بھی لکھا ہے۔ دوسری ایک زیادہ اہم کتاب مولانا محمد یوسف کا ندھلوی مرحوم امیر جماعت تبلیغ ہند کی حیاة الصحابہ ہے جس کی جلد اول میں جو مجلس دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد دکن سے ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی ہے

کافی قیمتی مواد سیرت نبوی پر ہے۔ کتاب کا انداز دعوتی ہے اور عہد نبوی میں دعوت و تبلیغ اسلام سے متعلق کافی اچھا مواد آ گیا ہے۔ شیخ الحدیث مولانا محمد ذکریا کاندھلوی مرحوم کی تصنیف حجۃ الوداع و عمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم (طبع ندوۃ العلماء بکھنولہ ۱۹۶۱ء) سیرت نبوی کے ایک اہم گوشہ کو بڑی تحقیق و تدقیق کے ساتھ اجاگر کرتی ہے۔

اس صدی کے اواخر میں حضرت مولانا ابو الحسن علی ندوی کی شاندار کتاب السیرۃ النبویہ (طبع مطبع عصریہ للطباعة والنشر، صیدا، لبنان ۱۹۶۹ء) برصغیر کی عربی سیرت نگاری کا لعل بنے بہا ہے کہ وہ اپنی سلاست زبان، اسلوب ادا اور دعوتی انداز بیان کے لحاظ سے اب تک کی سب سے اچھی کتاب ہے۔ لیکن تاریخی تحقیق اور علمی معیار پر وہ اتنی کھری نہیں اترتی مولانا ابو الحسن علی ندوی مدظلہ العالی کی مذکورہ بالا کتاب اپنی گونا گوں خصوصیات کے لیے ممتاز ہے تاہم وہ حضرت مولانا کی جلالت شان اور ہم خاکساران و نیاز مندان حضرت والا کی توقع سے فر و تر ہے۔

ہندوستان میں عربی سیرت نگاری کے اس مختصر جائزے میں ہندی مسلمانوں کی چودہ صدیوں کی علمی جگر کا ویوں اور قلمی کاوشوں کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے۔ اس سے ہمارے ملک میں اس مقدس موضوع پر علمی پیش رفت کا لہکا سا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ انصاف پسند طالب علم کو اعتراف کرنا چاہیے کہ ہندی علماء نے خاصا واقع کام کیا ہے۔ تاہم یہ بھی حقیقت ہے کہ علامہ شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی کی سیرت النبی جیسی میاری اور تحقیقی کتاب سیرت عربی میں نہیں لکھی گئی۔ تحقیق و تاریخ کا ابھی یہ تقاضا باقی ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں دوسری علمی زبانوں کی مانند ایک تحقیقی اور میاری سیرت نبوی لکھی جائے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کے مطابق ہو۔

اور ابھی حال ہی میں عالم عرب سے شائع ہونے والی ایک اہم کتاب سیرت مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی "الرحیق المختوم" ہے جس پر رابطہ عالم اسلامی نے مصنف کو کتب سیرت کا اولیٰ انعام عطا کیلئے۔ وہ اپنی ندرت بیان، اجرت تحقیق اور کاوش علمی کے لیے ایک خاص امتیاز کی حامل ہے۔ ●●